اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ایک گم شدہ خلیفہ

علامہ شہاب الدین احمد کویاشالیاتی ملیباری رحمۃ اللہ علیہ

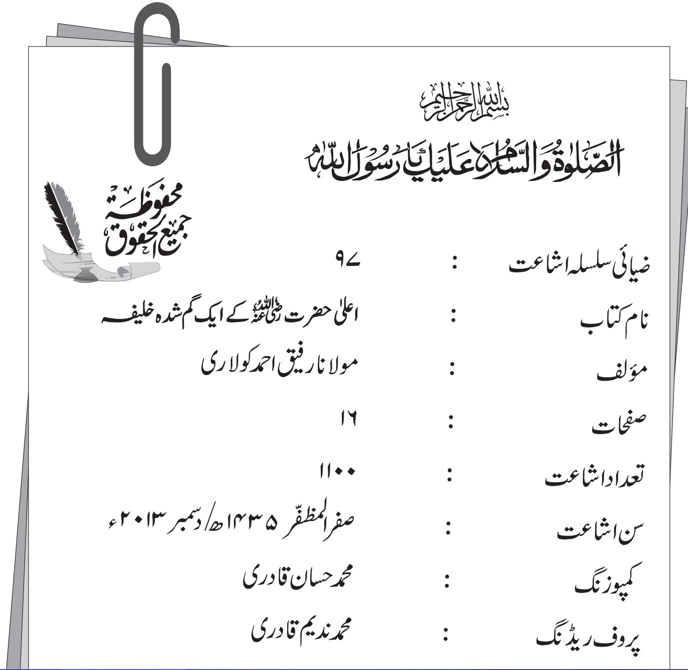
مؤلف
مولانا رفیق احمد کولاری
(کیرالا، انڈیا)

انجمن ضیاء طیبہ

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ایک گم شدہ خلیفہ

علامہ شہاب الدین احمد

کویا شالیاتی ملیباری رحمۃ اللہ علیہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

جمیع الحقوق محفوظۃ

ضیائی سلسلہ اشاعت	:	۹۷
نام کتاب	:	اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ایک گم شدہ خلیفہ
مؤلف	:	مولانا رفیق احمد کولاری
صفحات	:	۱۶
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
سن اشاعت	:	صفر المظفر ۱۴۳۵ھ/دسمبر ۲۰۱۳ء
کمپوزنگ	:	محمد حسان قادری
پروف ریڈنگ	:	محمد ندیم قادری



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

سخنِ ضیاءِ طیبہ

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا محدّثِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ ذاتِ گرامی ہے جس کا تعارف آپ کو ہر سنّی گھرانے کے بچے بچے سے مل سکتا ہے۔

۱۲۷۲ھ میں ہمالیہ کے دامن میں بسا چھوٹا سا قصبہ "بریلی" کے ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہونے والا یہ مجدد پچھلی صدی میں آنے والے تمام مجددوں پر پیش آئے مصائب و مسائل کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ پر فتن ماحول میں گھرا ہوا تھا۔

جی ہاں.....! اگر ماضی کے اوراق کو پلٹیے تو تمام مجددوں کو اسلامی سلطنت ملی، جن میں بعض کو بہترین ماحول بھی فراہم ہوا اور اکثر کو زرخیز زمین میسر آئی۔

اس کے برعکس اس مردِ مجاہد کی ولادت ہی انگریز کی کالی حکومت میں ہوئی، جہاں

- ہندوؤں کی متعصّبانہ سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔
- اسلام کے عقائد میں بگاڑ کی تحریکیں چل رہی تھیں۔



- ایک طرف توہینِ باری تعالیٰ کا فتنہ تھا تو دوسری جانب منکرینِ حدیث گم راہی پھیلا رہے تھے۔
- کہیں تفضیلیت و ناصبیت کا معاملہ تو کہیں نیچری مفسرین کا فتنہ۔
- ملّت و طن کی مثلیت کا مسئلہ تو دوسری جانب اتّحادِ بین المسلمین کی آڑ میں فتنۂ ندوہ۔
- جبکہ اساسیاتِ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے سائنسی تحقیقات کا فتنہ ایک طرف تھا۔

ان تمام سے محافظات و صیانتِ دین کی خاطر چو مکھی لڑائی لڑنے والا امام احمد رضا تھا، جس نے تیرھویں صدی کے غروب سے لے کر چودھویں صدی کے نصف دہائی تک اپنے معاصرین علمائے اہلِ سنّت کو ساتھ لے کر تمام اٹھتے فتنوں کی بیخ کنی کی۔ انھیں معاصرین نے آپ کو مجدّدِ وقت قرار دیا اور یہ معاصرین کوئی اور نہیں تھے؛ ان میں بدایوں کے تاج الفحول تھے، مارہرہ کے شاہ نوری میاں تھے، علی گڑھ کے لطف اللہ استاذِ کل تھے، پیلی بھیت کے محدّثِ سورتی تھے، کانپور کے احمد حسن تھے، رامپور کے سلامت اللہ تھے، کچھوچھہ کے علی حسین اشرفی جیسے اکابر معاصرین تھے، جنھوں نے آپ کی علمی جلالت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے تلامذہ و خلفا کو آپ کے سپرد کرنے میں فخر محسوس کیا کہ دینِ اسلام کے اس آشیانے کو مزید وسعت دینے کے لیے ستون کی ضرورت تھی اور انھیں ستونوں میں کوئی حجۃ الاسلام پیدا ہوا تو کوئی مفتیِ اعظم، کوئی صدرالافاضل بنا تو کوئی صدرالشریعہ، کوئی ملک العلما ہے تو کوئی برہانِ ملّت، کوئی



قطبِ مدینہ ہوا تو کوئی شیر بیشۂ اہلِ سنّت۔ ان ہی جیسے کئی نامور تلامذہ و خلفا چمکے اور انھیں سیکڑوں خلفائے عظام نے آپ کے بنائے ہوئے اس آشیانے کو ستون کی حیثیت سے تا عمر سنبھالا۔

انھیں میں ایک گم شدہ و گم نام ستون حضرت علامہ شہاب الدین احمد ملیباری ہیں، جب کہ ان جیسے اور بھی کئی آپ کے چمکتے دمکتے ستارے ہیں جن کی روشنی سے ابھی تک ہم لا علم ہیں۔ گویا جس طرح امام احمد رضا کی ذات کے بہت سے محیر العقول علمی کارنامے ابھی روپوش ہیں، اسی طرح سے آپ کے کئی خلفا بھی اب تک انچھوئے ہیں جن کے تذکرے کے لیے اب بھی قلم کی سیاہی منتظرِ صفحات ہے۔

انجمن ضیاءِ طیبہ نے دس سال قبل اسی قلم کی خواہش و جستجو میں کراچی کے ایک غریب علاقے سے صدا بلند کی تھی اور اسی داعی کے سننے والوں نے انجمن کو خوب حسن بخشا۔ الحمد للہ ان دس سالوں میں رسائل وکتب کی تعداد نے ڈائمنڈ جوبلی کا سہرا ابھی پہن لیا۔

انجمن ضیاءِ طیبہ نے اعلیٰ حضرت کی فکر کی مزید جہات کو روشناس کرانے کے لیے کئی محاذ کھول رکھے ہیں، جن پر کام جاری ہے۔

گزشتہ دنوں ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی انڈیا) میں چھپنے والے ایک مضمون بہ عنوان "اعلیٰ حضرت کے ایک گمشدہ خلیفہ" باصرہ نواز ہوا۔ مضمون کی افادیت کے پیشِ نظر اس گم شدہ کو مزید گم شدہ نہ رکھنے کی کوشش میں ادارے نے اس مضمون کو کتابی صورت دینا چاہی تا کہ ہم اور ہماری نسل



اپنے اخیار سے باخبر رہے اور فراموش ہوئے اسلاف کے تذکرے کو مزید نکھار کے ساتھ منصّۂ شہود پر لاتی رہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنے حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ و طفیل انجمن ضیائے طیبہ کے تمام دیرینہ رفقا، بالخصوص سیّد اللہ رکھا قادری ضیائی و دیگر احباب کو دارین کی خوشیاں نصیب کرے اور ساتھ ہی ساتھ حالیہ وصال فرمانے والے ہمارے اکابرین جن میں امامِ علم و فن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی (فیض آباد، انڈیا)، حضرت علامہ حسنین میاں عرف نظمی میاں (مارہرہ، انڈیا)، حضرت مفتی اشفاق حسین نعیمی (راجستھان، انڈیا) اور حضرت علامہ میاں جمیل احمد شرقپوری (شرق پور پنجاب، پاکستان) و دیگر کے درجات کو بلند اور قبور کو روشن فرمائے۔

آمین



سیّد محمد مبشر قادری
انجمن ضیاءِ طیبہ



علامہ شہاب الدین احمد
کویا شالیاتی ملیباری رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ خاکِ ہند کا خمیر علم و فضل، زہد و تقویٰ اور حکمت و دانائی سے گندھا ہوا ہے۔ افقِ ہند پر ہر زمانے میں علم و حکمت کے نیر پیکر ابھرے۔ اس کے وسیع دامن میں ہمیشہ علوم و فنون کے بیل بوٹے جھلملاتے رہے۔ اس کی قسمت کا ستارہ برابر اوجِ ثریا پر جگمگاتا رہا، اس کی آغوش میں یگانہ روزگار اور بے تاج سلاطین پرورش و پرداخت پاتے رہے۔ اس کے سایۂ عاطفت و شفقت کے تلے چوٹی کے علما و اولیا پروان چڑھتے رہے۔ اس کے افق پر ہمہ وقت فہم و فراست کے درخشاں آفتاب و تابندہ ماہتاب اپنی ضیاؤں اور تپش آمیز کرنوں سے گم راہ قلوب و بھٹکے اذہان کو گرماتے اور دمکاتے رہے۔

مگر اس کے روشن خورشیدوں میں کبھی اضمحلالی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ اس حکمت و آگہی کے خمیر سے کبھی حضرت ملّا جیون تیار ہوئے، کبھی بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلّی، کبھی خواجۂ معقولات علامہ محبّ اللہ بہاری، کبھی فاضلِ نبیل امان اللہ بنارسی، کبھی محدّثِ دہلوی، کبھی محقّقِ دہلوی، کبھی استاذِ مطلق حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی، کبھی سیف اللہ المسلول علی اعداء الرسول علامہ فضلِ رسول بدایونی تیار ہوئے؛ مگر تیرھویں صدی ہجری کے نصفِ آخر میں جو





آفتابِ عالم تاب افقِ علم پر طلوع ہوا اس کی ضوفشانی و ضیا پاشی کا حال عجیب و غریب تھا، جو آسمانِ علم و فن کا سلطان تھا، جو کشورِ علم و ادب کا بادشاہ تھا، جو شعور و آگہی کا تاباں جوہر تھا، جو معقولات و منقولات کا بحرِ بیکراں تھا، جو زہد و تقویٰ کا لا ساحل سمندر تھا؛ الغرض وہ عظیم الشان شخصیت، رنگا رنگ اور گوناگوں خصلتوں کا مجمع البحرین تھی۔ وہ کوئی اور نہیں تھا بلکہ ہم اور آپ اور پوری دنیائے سنّیت انہیں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجت، مجدّدِ دین و ملّت، پاسبانِ ناموسِ رسالت، محافظِ عقیدۂ ختمِ نبوّت، امامِ عشق و محبت مولانا و سیّدنا و مرشدنا الشاہ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے نام نامی سے یاد کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ ؏

جو جل رہے ہیں ان کو جلائیں گے بار بار

بے پناہ شکر ہے اس خدائے جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ کا کہ جس کی رحمتِ بے پایاں کے سائے میں امام احمد رضا نے آرزوؤں کا ٹوٹا ہو آبگینہ پھر جوڑ دیا، پھر خوابیدہ حسرتیں جاگ اٹھیں، ناکامیوں کی خاکستر سے دہکتا ہوا لالہ زار پھوٹا اور کئی صدیوں کی گم شدگی کے بعد ہمتوں کا بچھڑا ہوا سیلِ رواں اپنی منزلِ مقصود کی اصل رہ گزر پر پلٹ آیا۔ امام احمد رضا نے گیسوئے تحریکِ تحفّظِ ناموسِ رسالت کو سنوارنے اور اس کی عظمتوں کا پھریرا بلند کرنے میں جو تاریخی کردار (Roll) ادا کیا وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ کیا خوب کہا ؏

ہر رزم گاہ میں تیری تیغ آزمائی کی شہرت ہے

آپ ہمہ جہت اور سیماب صفت شخصیت کے مالک و بے مثال رہ نما تھے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ نگارش شگفتہ اور مزاج محقّقانہ تھا۔ علم رواں



دواں اور شستہ تھا۔ اس تاریخ ساز شخصیت نے اپنے دور میں ابھرنے والے غدارانِ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح سرکوبی کی اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح بیخ کنی کی اس کی نظیر و مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز و قاصر ہے۔

دشمنانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جس مسئلے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سمجھنے لگے کہ یہ ایک ایسا مضبوط و استوار قلعہ ہے جس کو آسانی سے کوئی بھی مسمار نہ کر سکے گا، لیکن فاضلِ بریلوی اور ان کے جاں نثار شاگردوں اور ہم نواؤں نے اپنے سیال قلم سے اس کی ایسی دھجیاں بکھیریں کہ گستاخوں کا وہ مضبوط ایوان ریت کی طرح بہہ گیا اور ریزہ ریزہ ہو کر زمیں بوس ہو گیا۔ فاضلِ بریلوی کے دسترخوانِ علم سے بہتوں نے اپنی علمی تشنگی بجھائی، عرب و عجم کے تلامذہ آپ کے فیضِ بیکراں سے فیض یاب ہونے کے لیے دور دور سے سفر طے کرکے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ بریلی سے علمی ہتھیار سے لیس ہو کر اپنے اپنے وطنِ مالوف کو لوٹ کر دین و سنّیت کی نشر و اشاعت اور بدعت و ضلالت کا قلع قمع کرنے میں کوشاں و سرگرمِ عمل رہتے تھے۔ قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ سات سمندر پار بھی آپ کا علمی شہرہ موجِ تلاطم سے ٹکرا کر سرزمینِ کیرالا میں بھی پہنچا۔ آخر یہ علمی دبدبہ سن کر سرزمینِ ملیبار سے ایک ہونہار انتہائی ذہین و فطین علم دوست طالبِ علم آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کے لیے حاضرِ خدمت ہوا اور فاضلِ بریلوی کے اس وسیع دسترخوانِ علم سے خوشہ چینی کرتے کرتے اپنی ذات میں وہ طالب انجمن بن گیا۔ وہ ایک فردِ واحد تو تھا، مگر پوری ملّتِ



اسلامیہ کے عقائد کا پاسبان، غوثِ اعظم کا علم بردار، امام شافعی کے مسلکِ فقہی کا پاس دار، امام غزالی کے تدبّر کا افتخار، امام رازی کی گرہ کشائیوں کا امانت دار، مجدّدِ الف ثانی کی شانِ تجدید کا آئینہ دار اور فاضلِ بریلوی کے عشقِ رسول ﷺ کا درِّ شاہ سوار تھا۔ جس نے بریلی سے اپنے وطنِ مالوف کو لوٹ کر شجرِ اسلام کے برگ وبار کو زمانے کی بلاخیزیوں سے محفوظ کیا۔

وہ اور کوئی نہیں تھا بلکہ فاضلِ بریلوی کے سچے جانشین و قائم مقام جس کو شیخ المشائخ یا استاذ الاساتذہ یا مرجع الخلائق ہونے کا شرف حاصل ہے، جس کے علم و حکمت کے چشمے سے سارا ملیبار سیر اب ہوا جن کو اہلِ ملیبار اور بعض ذوی العلم حضرات الشیخ ابوالسعادات شہاب الدین احمد کویا الشالیاتی الملیباری رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اب ہم بلا تمہید و تاخیر آپ کی روشن زندگی کے کچھ اہم گوشوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، کیوں کہ آپ کی حیاتِ بابرکات کے مطالعے کے بعد بے انتہا ندامت و حسرت کے ساتھ یہ احساس دامن گیر ہوا کہ اہلِ سنّت و جماعت نے شعوری یا غیر شعوری طور پر نہ جانے کتنے ان جیسے کاملینِ وقت کو نظر انداز کر کے گم نام ماضی کا حصّہ بنا دیا جن کی سیرت و صورت جدید نسل کے لیے مشعلِ راہ بن سکتی تھی۔ ربِّ قدیر سے دعا گو ہوں کہ ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ولادتِ بابرکت:

علامہ شہاب الدین احمد کویا شالیاتی حضرت علامہ کنجی علی کٹی مسلیار کے صاحب زادے تھے۔ آپ کی ولادت قریہ چالیم میں ۲۳؍ جمادی الاخریٰ



۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء کو ہوئی۔ آپ کی والدۂ محترمہ فریدہ بی بی بہت بڑی عابدہ اور تہجد گزار عورت تھیں۔ آپ نے اپنی تاریخِ ولادت نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ سے نکالی۔ آپ کے والد نے آپ کا نام احمد کو یار کھا شہاب الدین آپ کا پیارا لقب ہے اور کنیت ابو سعادات ہے آپ بسا اوقات اشعار بھی کہتے تھے اس مناسبت سے، ازہریہ سے معروف و مقبولِ عام و خاص تھے۔

تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد صاحب سے حاصل کی مگر درسِ فخری کی بڑی کتابیں آپ نے فقیہِ عصر علامہ چالل اگت کنجی احمد حاجی مسلیار اور یگانہ روزگار صوفیِ باصفا مردِ مجاہد علی مسلیار سے پڑھیں۔ درسِ فخری وہ نصابِ تعلیم ہے جس کو قاضی فخر الدین ابو بکر الشالیاتی نے مرتّب کیا تھا۔ اس زمانے میں ملیبار میں وہی رائج و عام تھا کیرالا کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کی غرض سے جامعہ لطیفیہ ویلور شریف میں داخلہ لیا۔ آپ انتہائی ذہانت کے مالک تھے

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کے علم و حکمت کی گہرائی و گیرائی سے آپ کے اساتذہ و شیوخ حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ آپ پر آپ کے اساتذہ ناز و افتخار کرتے تھے۔ اسی مہارت اور درکِ کامل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے نبیرۂ قطبِ ویلور پیر طریقت رہبر شریعت قدوۃ الصالحین بقیۃ السلف حضرت علامہ الحاج السیّد





شاہ محمد رکن الدین قادری ویلوری نے دورانِ تعلیم ہی آپ کو معاون مدرّس مقرر کیا۔ کیا خوب کہا ہے ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

رجب ۱۳۲۹ھ / ۱۹۰۹ء میں جامعہ لطیفیہ ویلور شریف سے اکابرِ اہلِ سنّت کے دستِ اقدس سے آپ کی دستار بندی ہوئی۔ دورانِ تعلیم ہی دارالافتا کے بھی رکن تھے، ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں دین کی خدمت میں سرگرمِ عمل رہے، کرناٹک، تامل ناڈو، کیرالا، آندھرا وغیرہ میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

فاضلِ بریلوی کی بارگاہِ عالی میں:

جامعہ لطیفیہ سے فراغت کے بعد ہندوستان کی متعدد ریاستوں میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ چند سال کے بعد بہ اشارۂ نبیرۂ قطبِ ویلور آپ تحصیلِ علمِ فقہِ حنفی کے لیے یوپی بریلی شریف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے سرکار اعلیٰ حضرت بریلوی سے تمام علوم وفنون کی اجازت حاصل کی، خصوصاً حنفی فتویٰ نویسی کی اجازت آپ نے سرکار اعلیٰ حضرت ہی سے حاصل کی۔ علامہ خود رقم طراز ہیں:

ومن اجلها فی فقه السادة الحنفية ما ارويه عن علامة المؤيد والفهامة المسدد الفقيه المحدث المسند مولانا الشيخ الحاج



المفتی احمد رضا خان عن مفتی الحنفیة بمکة المحمیة مولانا الشیخ عبد الرحمن السراج ابن المفتی الاجل مولانا عبد اللہ السراج. الخ

اس کے علاوہ ملیالم اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بھی اس کی صراحت ملتی ہے۔ آپ کو بہ یک وقت سات فقہوں پر مکمل دسترس حاصل تھی۔

بیعت و خلافت:

علامہ شالیاتی کی ذاتِ والاصفات کے خورشیدِ نصف النہار کی ضیاپاشیوں سے علم و عرفان کا گوشہ گوشہ اس قدر بقعۂ نور بنا کہ ذرّے ذرّے سے پھوٹنے والی ایک ایک شعاع آسمان علم و حکمت اور فلکِ قلب و نظر کے مہرِ عالم تاب کے لیے باعثِ رشک بنی ہوئی ہے۔ شریعت میں کامل دسترس و درک حاصل کرنے کے بعد آپ طریقت کی دہلیز میں قدم رکھتے ہیں۔ مکۂ مکرمہ میں حضرت علامہ مفتیِ مکہ محمد حزب الدین سلیمان اعسکی کے ہاتھ سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوتے ہیں، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ آپ نے فاضل بریلوی سے سلسلۂ رضویہ برکاتیہ میں بھی بیعت حاصل کی تھی۔

تصنیفی خدمات:

آپ نے اپنے قلم سیال سے ایسی ایسی کتابیں تصنیف فرمائیں جن کا مطالعہ قلوب کو منور و معطّر بنا دیتا ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ دل آویز انوار پیش کیے جو اذہان کو پاکیزگی اور گلستانِ حیات کو پھبن عطا کرتے ہیں آپ ہی کی تصانیفِ مبارکہ نے سرزمینِ ملیبار سے کفر و ضلالت،



بدعت و گم راہی کا قلع قمع کیا۔ آپ کی تحریروں میں سرکار اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہی رنگ و بو ملتی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں، آپ لکھتے ہیں:

ولا ح من القرائن ان الالحاق من جانب المولوی اسماعیل الدهلوی فانه اول من مال الی النزعة التیمیة والنزعة النجدیة فی الهند واقتفی اثره من اضله الله علی علم.

تقویۃ الایمان (تفویۃ الایمان) کے متعلق آپ رقم طراز ہیں:

هذا کتاب راس الوهابیة فی الهند واساس الفرقة المحدثة فی دیوبند وقد ردّ علیه اعلام علماء اهل السنّة من المضامین فان فیه کلمات حق ارید بها بواطل فتدبر ولا تخسر والله الموفق۔ یہ وہ عبارت ہے جس کی وجہ سے یہاں کے سنّی، تبلیغی جماعت کے دامِ فریب و مکر کو خوب سمجھے۔ اہلِ ملیبار کو آپ نے ہی تبلیغی جماعت کی قلابازیوں سے آگاہ کیا تھا۔ آپ کی تصانیفِ مبارکہ کی فہرست بہت طویل ہے، مگر چند اہم تصانیف یہ ہیں:

(۱) دفع الشر الاثیر عن الخیر الکثیر

(۲) شرح الارشادات الجفریة فی الردّ علی الضلالات النجدیة

(۳) تحقیق المقال فی بحث الاستقبال

(۴) منائح النیل فی مدائح جمل اللیل

(۵) تفتیح المغلق شرح تصریح المنطق

(۶) الفتاوی الازهریة فی الاحکام الشرعیة



(۷) الموعد فی المولد

(۸) مورد الازھریۃ لسلاك الطریقۃ

(۹) دفع الاوھام فی تنزیل ذوی الارحام

(۱۰) الکلام الحاوی فی ردّ الفتاوٰی والدعاوی

آپ شعری ذوق بھی رکھا کرتے تھے۔ نحس الایام یعنی عوام میں مشہور منحوس دنوں سے متعلق آپ کے عربی زبان میں تفصیلی اشعار موجود ہیں، جن میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اذا اردت النحس من ایام و سنۃ و جمعا علی التمام

فاول الایام من کل الشھر خیر لکل حاجۃ فالینتظر

کذالك ثنیھا اذا لم یکن من شھر شوال الی فلیصن

وثالث الایام یوم حذرا فلا تکن لحاجۃ منتظرا

آپ چند سال سلطنتِ نظامیہ حیدر آباد کے صدارت العالیہ کے مفتی بھی رہ چکے ہیں۔ اس فقیر نے آپ کے بعض فتاوٰی کے خطوط بھی دیکھے ہیں۔ آپ بعض سلاطین سلطنتِ نظامیہ کے اتالیق بھی تھے۔ سلاطینِ نظامیہ کو آپ سے بے انتہا عقیدت تھی، اسی وجہ سے آپ کو ہر ماہ تصنیف و تالیف کی مہم کے لیے سلطنتِ نظامیہ کے بیت المال سے سو روپیہ ملتے تھے۔ آپ کے لیے خاص ایک لائبریری بھی تھی، جس میں آپ نادر نادر کتابیں دنیا کے گوشے گوشے سے منگوا کر محفوظ کرتے تھے۔ یہ آپ کی علم دوستی کی روشن دلیل ہے۔ آج بھی وہ نادر کتابیں الماریوں میں محفوظ ہیں۔ جب علمائے حرمین کیرالا



تشریف لاتے ہیں تو کمپیوٹر اسکین (Computer Scan) یا فوٹو اسٹیٹ (Photostat) سے نقل کر کے لے جاتے ہیں۔

وفات:

آخر وہ افسوس ناک گھڑی بھی آ گئی جس میں لاکھوں معتقدین و مریدین کا خونِ جگر اشکوں سے بھر آیا۔ آخر یہ چمکتا چراغ قدرت کی زوردار ہوا کی وجہ سے گل ہو گیا۔ یعنی ۱۳۷۷ھ ۲۷/ محرم بروز یک شنبہ آپ نے اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ کر عالمِ بقا کا سفر اختیار کیا اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

نمازِ جنازہ:

آپ کی وفات کی خبرِ ناگہانی اطراف و نواح میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی؛ لوگ دور دور سے آپ کی آخری زیارت و دیدار و نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے عالیم میں جمع ہوئے۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ پانچ لاکھ سے زائد لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ آپ کی مسجد کے احاطے میں آپ کے جسدِ خاکی کو سپردِ خاک کیا گیا؛ اس طرح آپ دنیائے سنّیت کو المِ فراق دے گئے۔

فنا کے بعد بھی شانِ رہبری تیری
خدا کی رحمت ہو اے امیرِ کارواں تجھ پر

♣♣♣



انجمن ضیاءِ طیبہ کی حالیہ شائع کردہ مطبوعات



www.ziaetaiba.com